تعدد ازدواج - فقہی اور قانونی احکام-۲

محمد شمیم اختر قاسمی*

مغربی ممالک میں مرد و عورت کا تناسب:

۱۹۸۷ء کے اعداد و شمار کے مطابق امریکہ کی آبادی میں مردوں کے مقابلے میں ۷۱ لاکھ عورتیں زیادہ تھیں۔ ۱۹۰۰ء کی مردم شماری کے مطابق فرانس کے اندر عورتوں کی تعداد مردوں سے ۴۲۳۷۰۹ زیادہ تھی۔ سوئیڈن میں ۱۹۰۱ء کی مردم شماری کے لحاظ سے ۲۲۸۷۰، آسٹریلیا میں ۱۸۹۰ء میں ۴۴۷۹۶ عورتیں مردوں کے مقابلے میں زیادہ تھیں۔ ۱۹۲۰ء سے ۱۹۴۰ء تک جرمنی میں ہر فرد کے مقابلے میں شادی کی عمر کو پہنچی ہوئی تین عورتیں ہوتی تھیں۔(۱) برطانیہ میں بھی عورتوں کی تعداد مرد کی بہ نسبت زیادہ ہے۔(۲) سنڈے کرانیکل (Sunday Chronicle) کی ایک خاتون نامہ نگار کے مطابق یہاں اس وقت تیس لاکھ سے زائد عورتیں شوہر، اولاد، گھر ہر چیز سے مایوس ہو کر بالکل ویران اور بے قید زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔(۳) یہاں عورتوں کی زائد تعداد پچھلی صدی میں بتدریج بڑھتی رہی۔ ۱۹۳۹ء میں عورتوں کی تعداد مردوں سے بہت بڑھ گئی۔ عورتوں کی بڑھتی ہوئی تعداد ۲۸۱۸۳۴۳ ہوگئی۔ اب مزید تین لاکھ مرد جنگ کی بھینٹ چڑھ گئے اور ہزار ہا ہزار مرد لولے، لنگڑے اور اپاہج ہوگئے، جو کبھی اٹھنے کے قابل نہیں رہے۔ اسٹریلیا، میانمار، جرمنی، فرانس، اٹلی، پولینڈ، اسپین، سوئزرلینڈ اور سوویت یونین وغیرہ میں بھی مردوں اور عورتوں کے تناسب میں قابل لحاظ فرق ہے۔(۴) صرف چار ممالک کے متعلق انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا نے جو تقابلی جائزہ پیش کیا ہے، اس سے معلو ہوتا ہے یہاں مردوں کے مقابلے میں عورتوں کی تعداد کافی زیادہ ہے۔(۵) یہ صورت حال کسی خاص مدت یا زمانہ کی نہیں ہے، بلکہ تاریخ کے ہر دور اور بیش تر ممالک کی رہی ہے۔(۶) علامہ زکریا ہاشم زکریا لکھتے ہیں:

> ''قوموں کے درمیان جو جنگیں ہوتی ہیں ان میں جہاں چار ہزار مرد قتل ہوتے ہیں وہاں صرف ایک عورت قتل ہوتی ہے۔ اس طرح خطرناک کاموں کی وجہ سے بھی مرد عورتوں کی نسبت زیادہ ہلاک ہوتے ہیں۔ ان تمام وجوہات کی بنا پر عورتوں کی تعد مردوں کی نسبت زیادہ ہوجاتی ہے۔''(۷)

مسئلہ کے حل کی صورت کیا ہونی چاہیے؟

بفرض محال اگر سب کو ایک ہی بیوی کا پابند بنا دیا جائے، یا عورت کے لئے یہ لازم کر دیا جائے کہ اگر اس کی شادی پہلے کسی سے ہوگئی ہے اور ان میں سے کسی ایک کو کوئی دائمی یا عارضی 'عارضہ' لاحق ہو جائے تو اس سے رشتہ ازدواج ختم کر کے کسی دوسری عورت یا مرد سے شادی کر لے۔ کیا ایسی پابندی درست ہوگی؟ شریعت اسلامی کی رو سے مرد کو اگر طلاق کا اختیار دیا گیا ہے تو عورت خلع حاصل کرنے کی مجاز ہے۔ ایسی صورت میں اگر انہیں الگ نہ ہونے کا پابند بنایا جاتا ہے تو ان میں سے

---

*صدر شعبہ اسلامک تھیالوجی، عالیہ یونیورسٹی، ۲۱- حاجی محمد محسن اسکوئر، کولکاتا-۷۰۰۰۱۶ (مغربی بنگال) انڈیا۔

ہر ایک پر سراسر ظلم ہوگا اور اگر اجازت دی جاتی ہے تو پھر اس عورت کا کیا ہوگا جو پہلے کسی مرد کی بیوی رہ چکی ہے۔ قانونی پابندی کی وجہ سے کوئی شادی شدہ مرد اس عورت سے نکاح نہیں کرے گا۔ گویا کہ ہر صورت میں عورت کا خسارہ ہے۔ لیکن اسلامی قانون کی رو سے مرد کے لئے اجازت ہے کہ کسی دوسری عورت سے شادی کر کے اپنا گھر پھر سے آباد کر لے اور جس عارضہ کے تحت طلاق دی گئی ہے اس کا فائدہ اٹھالے۔ اسی طرح عورتوں کو بھی اختیار دیا گیا ہے کہ وہ کسی اور مرد سے رشتہ ازدواج قائم کر کے سکون وچین کی زندگی بسر کرے۔ اسلام میں بیوہ اور مطلقہ سے نکاح کوئی عیب کی بات نہیں۔ مگر اس صورت میں کیا ہوگا جہاں مردوں کی تعداد عورتوں کے مقابلہ میں کم ہے۔ اس لئے یہ کہا جائے گا کہ تعدد ازواج عورتوں کے حق میں زیادہ موافق ہے۔(۸)

تعدد ازواج ہر دو صنف کے حق میں سودمند ہے:

ایرانی اخبار 'اطلاعات' اپنے ایک مضمون بعنوان 'ایک مرد کی تین بیویاں شوہر کی چوتھی شادی پر راضی' میں لکھتا ہے کہ ایک مرد اپنی تین بیویوں کو لے کر ایران کے شہر 'رشت' کی عدالت میں حاضر ہوا اور حاکم سے خواہش کی کہ میں ایک لڑکی سے محبت کرتا ہوں۔ مجھے اس سے شادی کی اجازت دی جائے۔ میری موجودہ بیویاں اس پر راضی ہیں۔ لطف کی بات یہ ہے کہ تینوں بیویوں نے عدالت کے سامنے اپنی رضامندی کا اظہار کیا تھا۔ اس شخص نے عدالت کے سامنے اپنی مجبوری اس طرح بیان کی کہ میری تینوں بیویاں بانجھ ہیں، لیکن زراعت کے کاموں میں میرا ہاتھ بٹاتی ہیں، اس لئے ان کو طلاق بھی دینا نہیں چاہتا اور چاہتا ہوں کہ ایک اور لڑکی سے شادی کروں جس سے میرے یہاں اولاد پیدا ہو۔ لڑکی نے بھی نامہ نگار سے کہا کہ ہمارا ہونے والا شوہر بہت اچھے لوگوں میں سے ہے۔ اس کے علاوہ ہمارے دیہات میں دو ہزار عورتیں اور صرف چار سو مرد ہیں۔ مردوں میں بھی آدھے دس سے سولہ سال کے لڑکے ہیں۔ یعنی ہمارے دیہات میں ایک مرد کے حصے میں پانچ عورتیں پڑتی ہیں۔ ان حالات کے پیش نظر اگر میں چوتھی بیوی بنوں تو جائے تعجب کیا ہے؟(۹)

غور کیا جائے کہ کسی بھی ملک یا معاشرہ میں کسی بھی وجہ سے نکاح کی استطاعت رکھنے والے مردوں کی تعداد اسی طرح گھٹ جائے اور عورتوں کی تعداد بڑھ جائے تو وہ تین میں سے کوئی ایک صورت اختیار کرنے پر مجبور ہوں گی:

۱۔ یا تو وہ پوری عمر محرومی کی تلخیوں میں گزار دیں۔

۲۔ یا ان کو آزاد چھوڑ دیا جائے کہ وہ مردوں کے لئے کھیل تماشا بن جائیں۔

۳۔ یا یہ کہ ان کا نکاح ایسے شادی شدہ مردوں کے ساتھ جائز کر دیا جائے جو نفقہ ادا کرنے پر قادر ہوں اور ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کر سکیں۔(۱۰)

یقینی بات ہے کہ ہر سنجیدہ اور غیور آدمی آخری صورت کو ہی ترجیح دے گا۔ یہی اس مسئلہ کا واحد اور بہترین حل بھی ہے۔ کون عزت دار چاہے گا کہ وہ پہلی دو صورتوں پر عمل کرے۔ ہاں جس کو عزت وعصمت اور تہذیب وشرافت کے الفاظ سے چڑ ہے وہ اسے ضرور گوارا کریں گے۔

اسی صورت حال سے کبھی مرد بھی دوچار ہوتے ہیں۔ جس میں ان کے لئے دوسری اور اس سے زائد بیویوں کی شدید ضرورت پڑ جاتی ہے۔ یہ بات تو سب ہی مانتے ہیں کہ عام طور سے عورت کے اندر زیادہ سے زیادہ ۵۰ سالوں تک ہی

جنسی داعیہ متحرک رہتا ہے اور وہ بار آوری کی صلاحیت رکھتی ہے، جب کہ مردوں میں ۷۰ یا اس سے زیادہ برسوں تک یہ چاہت برقرار رہتی ہے۔ یہی مسئلہ اس وقت بھی پیش آتا ہے جب کسی کی بیوی بانجھ ہوتی ہے۔ تو اس وقت مرد کے لئے درج ذیل صورتوں میں سے کس پر عمل زیادہ بہتر ہوگا:

۱۔ ان کو پابندی عائد کردیا جائے کہ وہ ۵۰ سال کے بعد اپنے فطری وظائف کی ادائیگی کو بند کردے، کیوں کہ ان کے نکاح میں جو عورت موجود ہے اس کی کرامت وشرافت اور عزت واحترام اور حقوق کے منافی یہ بات ہے۔

۲۔ ان کو آزاد چھوڑ دیا جائے کہ وہ جس عورت سے چاہیں دوستی اور چھپی یاری کرے۔

۳۔ ان کو اجازت دی جائے کہ وہ معذور پہلی بیوی کو طلاق دیئے بغیر اپنے حالات اور ضروریات کے تحت زائد بیویاں رکھ لے۔ (۱۱)

اوپر کی دونوں صورتوں میں فساد اور بگاڑ ہے۔ رہ جاتی ہے تیسری صورت۔ یہ حقوق زوجیت کو بھی مدنظر رکھتی ہے اور اس صورت میں بھی یہ ممکن ہے کہ زوجین اپنی خواہش اپنی ازدواجی زندگی کو جاری رکھ سکیں۔ ان کی یادیں جو ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ ہیں وہ بھی اپنی جگہ قائم رہیں۔

ہندوستان میں تعدد زواج کی تازہ صورت حال:

ہندوستان کی اپنی شان دار تہذیبی روایت اور ثقافتی تاریخ رہی ہے۔ مسلم دور حکومت میں دونوں قومیں باہم شیرو شکر رہتی تھیں۔ انگریزی دور میں بھی یہی روایات برقرار تھیں، تاہم لڑاؤ اور حکومت کرو کی پالیس پر بھی عمل کیا جاتا رہا۔ اس دور میں بالخصوص مسلمانوں کو بہت سے ناگفتہ بہ حالات سے گزرنا پڑا۔ مگر انگریزی حکومت نے مسلم پرسنل لا میں کسی طرح کی کوئی مداخلت نہیں کی۔ دونوں قوموں کی قربانیوں کی وجہ سے ہندوستان ۱۹۴۷ء میں آزاد ہوگیا۔ اس لئے ملک کے لئے ایک نئے دستور کی ترتیب وتدوین ہوئی۔ کوشش کی گئی کہ پورا ملک چاہے وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم، مذہبی معاملات ہوں یا سماجی ومعاشرتی معاملات بلا استثنا سب کو ایک ہی قانون کے تحت لایا جائے۔ مگر بالخصوص مسلمانوں کے تناظر میں یہ بات صحیح نہ تھی۔ کیوں کہ مسلمان اپنے دین اور شریعت کے پابند ہیں خود ساختہ شریعت اور قانون اس کے نزدیک بے معنی ہے۔ اس لئے بعض معاملات میں مسلمانوں کو یکساں سول کوڈ سے مستثنیٰ کردیا گیا۔ لیکن غیر مسلموں کے لئے جو میرج ایکٹ نافذ کیا گیا دراصل اس کے پس پشت یہی عوامل کارفرما تھے کہ پہلے یہاں کی اکثریت کو اس ضابطہ کا پابند بنایا جائے، بعد میں اس کو مثال بنا کر یہاں اقلیت کو بہ آسانی پابند بنالیا جائے گا۔ جس زمانے میں ہندو پرسنل لا میں ترمیم کی جارہی، مرکزی وزیر قانون مسٹر پاٹسکر نے ایک ریڈیائی تقریر میں کہا تھا:

''ہم نے اپنے آئین کے نفاذ یعنی ۲۶ جنوری ۱۹۵۰ء کے بعد سوشل میرج ایکٹ اور ہندو میرج ایکٹ پاس کئے ہیں۔ ہندو قانون وراثت کا مسودہ پارلیمنٹ میں زیر غور ہے۔ یہ سب ضابطہ دیوانی کو یکساں بنانے کے اقدامات ہیں۔ صرف جذباتی لوگ ان اقدامات کی مخالفت کرتے اور دریافت کرتے ہیں کہ ہم صرف ہندو قانون ہی کو ایک ضابطے میں لانے کی کوشش کیوں کررہے ہیں۔ اس کا جواب صاف ہے۔ سارے سماج کو متحد ومضبوط بنانے کے لئے ہمیں سب سے پہلے اس کے بڑے حصہ ہی کو اکٹھا کرنا ہوگا۔ ہم اس وقت تک سارے بھارت

کے لئے واحد ضابطہ دیوانی بنانے کا خیال بھی نہیں کر سکتے ۔ جب تک ہم ملک کے ان لوگوں کے شخصی قوانین کو ایک ضابطہ میں نہیں لے آتے ،جنہیں ہندو کہا جاتا ہےاور جو ملک کی آبادی کا ۸۵ فی صدی ہیں۔'' (۱۲)

ورزیر قانون نے اپنے ایک دوسرے بیان جس بات کی طرف اشارہ کیا تھا،اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آج نہ کل یہاں کی اقلیت یعنی مسلمانوں کو بھی بڑی آسانی سےاس قانون کی زد میں لایا جاسکے گا:

''ہندوقوانین میں جواصلاحات کی جارہی ہیں وہ مستقبل قریب میں ہندوستان کی تمام آبادی پر نافذ کی جائیں گی۔اگرہم ایسا قانون بنانے میں کامیاب ہوگئے جو ہماری ۸۵ فی صدی آبادی کے لئے ہوتواس کا نفاذ باقی آبادی پر مشکل نہ ہوگا۔اس قانون سے پورے ملک میں یکسانیت پیدا ہوگی۔ایک مرتبہ آبادی کی اکثریت اس قانون کی ضرورت تسلیم کرلے تو دوسروں پراس کا نفاذ مشکل نہ ہوگا۔اس قانون میں کوئی بات مذہبی نہیں ہے بلکہ ایک سماجی قانون ہے۔'' (۱۳)

ہندوستان میں غیر مسلموں کے لئے میرج ایکٹ ۱۹۵۵ء میں نافذ کیا گیا۔اس کے ذریعہ تعدد زواج پر پابندی لگادی گئی۔اس کے مطابق ضروری ہے کہ شادی کے وقت فریقین میں سے کسی ایک کے میاں بیوی زندہ موجود نہ ہوں،ورنہ دوسری شادی نہ صرف باطل تصور کی جائے گی بلکہ یہ اقدام دونوں کے لیے قابل تعزیر جرم قرار پائے گا۔اس قانون کی منظوری کے بعداس حلقہ کی طرف سے میں اس کی مخالفت کی گئی اور خدشہ ظاہر کیا گیا کہ تعدد زواج پر پابندی کی وجہ سے نہ صرف ناجائز تعلقات میں اضافہ ہوگا، بلکہ یہ اقدام تبدیلی مذہب کا بھی محرک ہوسکتا ہے۔حالیہ رپورٹ اور دوسرے جائزے سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ دوسری شادی رچانے کی غرض سے ہندوؤں نے بڑی تعداد میں اسلام قبول کیا ہے۔ریاست ہریانہ کے ڈپٹی چیف منسٹر چندرموہن (چاند محمد) اورانورادھابالی (فضا) سابق Assistant Advocate Genral of Hayana اس کی ایک تازہ مثال ہے۔(۱۴) شادی کرنے کے کچھ ہی دنوں بعد یہ اپنے سابقہ مذہب پر لوٹ آئے۔اس طرح کے واقعات ہندوستان میں ہوتے رہتے ہیں۔تعدد زواج پر غیر مسلم حضرات جس کثرت سے عمل کرتے ہیں،اس کا صحیح اندازہ لگانے کے لیے حکومت کی طرف سے کئی مرتبہ سروے کیا گیا۔اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں کے مسلمان غیر مسلموں کے مقابلہ میں تعدد زواج پر بہت کم ہی عمل کرتے ہیں۔جامع اردو انسائیکلو پیڈیا میں یہ صراحت موجود ہے:

''۱۹۷۵ء شائع ہونے والی ہندوستانی عورت کی حالت کا جائزہ لینے والی کمیٹی رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ ایک سے زیادہ بیویاں سب سے زیادہ قبائلی رکھتے تھے (۱۵.۳۵فی صد) بدھشٹ کا نمبر دوسرا ہے (۷.۹۷ فی صد) جین مذہب کے ماننے والے تیسرے نمبر پر ہیں (۵.۷۵) ہندو حضرات ۵.۸ فی صد) حالات میں دو بیویاں رکھتے ہیں۔جب کہ مسلمان صرف (۵.۷ فی صد) حالات میں ایک سے زیادہ بیویاں رکھتے ہیں۔'' (۱۵)

اس سے قبل ۱۹۶۱ء میں ایک سروے رپورٹ سامنے آئی تھی، بعینہ یہی تناسب ۱۹۷۵ء تک برقرار تھا۔البتہ جینیوں میں تھوڑازیادہ تھا۔(۱۶)

۱۹۷۱ء کی مردم شماری میں ۴۵.۳ کروڑ ہندوؤں میں اور ۶ کروڑ مسلمانوں میں ہندوؤں کی تعداد زیادہ تھی جو تعدد زواج پر عمل کرتے تھے۔(۱۷)

۱۹۷۴ء میں ۴۵ کروڑ ہندوؤں میں ایک کروڑ لوگوں نے دوسری شادی کررکھی تھی اور ۶ کروڑ مسلمان آبادی میں سے ۱۲ لاکھ لوگوں کی دو بیویاں تھیں۔اسی سال کے ایک دوسرے سروے سے یہ بھی انکشاف ہوا ہے کہ ان مسلمانوں کی تعداد جو تعدد ازدواج پر عامل ہیں ۵.۶ فیصد تھی، جب کہ ہندوؤں کے اعلی ذات سے تعلق رکھنے والے تعدد ازدواج پر عامل افراد کی تعداد ۵.۸ فیصد تھی۔(۱۸)

۱۹۸۱ء کی ایک سروے رپورٹ کے مطابق مسلمانوں میں بیک وقت دوشادیوں کا رواج ۴.۳ فی صد تھا۔ ہندوؤں میں ۵.۶ فی صد تھا۔ بدھ مذہب میں ۸ فیصد اور قبائلی لوگوں میں ۱۵ فیصد۔(۱۹) اسی سال کے تمل ناڈو کی سروے رپورٹ کے مطابق تقریباً یہی تناسب سامنے آیا۔یعنی مسلمانوں میں چار فیصد، ہندوؤں میں ساڑھے پانچ فیصد۔(۲۰) متحیر کن بات یہ ہے کہ یہاں کے سابق وزیر اعلیٰ رام چندرن کی کئی بیویاں تھیں، جن میں دو سگی بہنیں تھیں۔(۲۱)

۱۹۹۳ء میں گجرات کے شہر احمد آباد میں کئے گئے سروے سے یہ بھی واضح ہوا ہے کہ شہر کی تقریباً سات لاکھ مسلم آبادی میں صرف ۲۷۹ مسلم مرد ملے جن کی دو بیویاں تھیں۔ ہندوستان ٹائمز ۱۳ جون ۲۰۰۳ء کی اشاعت میں اس سروے کے حوالے سے لکھا گیا ہے کہ گرچہ مسلمانوں کو اکثر زیادہ بیویاں رکھنے کے لئے مطعون کیا جاتا ہے، لیکن یہ حقیقت ہے کہ کثرت زوجیت کے معاملے میں ان کا تناسب انتہائی قلیل ہے۔(۲۲) اسی سروے (۱۹۹۳ء) سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ۹۵۱۲۹ ہندو مردوں نے اپنی بیوی کے علاوہ دوسری عورت سے 'میتری قرار' کررکھا ہے۔ یہاں کی ہندو روایت کے مطابق ہندو مرد اپنی بیوی کے ہوتے ہوئے ایک دوسری عورت سے 'میتری قرار' کے عہد نامے پر دستخط کرا کے اسے اپنی زوجیت میں رکھ لیتا ہے۔بعض وقت کلکٹریٹ میں اس کو رجسٹر ڈ کرا کے سرکاری سند حاصل کرلی جاتی ہے۔ایسا اس لئے کیا جاتا ہے کہ وہ ہندو میرج ایکٹ سے بچ سکیں۔(۲۲) پونے میں واقع 'گوکھلے انسٹی ٹیوٹ آف پبلک افیرس' کی محقق 'ملکہ بی مستری' کے مطابق ان کے سروے سے کوئی ایسا ثبوت نہیں ملا جو یہ ثابت کرتا ہو کہ مسلمانوں میں کثرت ازواج کا رواج ہندوؤں سے بڑھ کر ہے۔(۲۳)

بالعموم ہندو جنسی خواہش کی تکمیل اور ہوس رانی کے لیے تعدد ازدواج پر عمل کرتے ہیں۔ جب کہ مسلمان شدید مجبوری کی بنا پر دوسری شادی کرتے ہیں۔جس کا شریعت نے انہیں مجاز بنایا ہے۔

ہندوستانی عدلیہ میں تعدد ازدواج کی افادیت کا اعتراف:

اسلام نے تعدد ازدواج کی جو اجازت دی ہے اس میں کثیر فوائد اور مصالح ہیں۔ چند دنوں قبل ہندوستان میں بھی اس مسئلہ پر بڑی گرما گرمی رہی اور معاندین اسلام اسے غلط رخ دے کر عدالت عظمیٰ میں پیش کیا تھا۔ تاکہ اسلام کی اس قانون پر قدغن لگائی جاسکے اور مسلمان اس رخصت سے فائدہ نہ اٹھا سکیں۔ بڑے بڑے مفکرین اور قانون دانوں نے غور وفکر کرنے کے بعد اسلام کے قانون تعدد ازدواج کو مستحسن قرار دیا اور نتیجہ کے طور پر یہ واضح کیا کہ اسلام میں اس کی اجازت کے باوجود مسلمان اس پر کم ہی عمل کرتے ہیں۔ جب کہ ہندوؤں میں قانونی ممانعت کے باوجود اس کا رواج ورجحان زیادہ ہے۔

حال ہی میں لا کمیشن آف انڈیا نے ایک رپورٹ وزارت قانون کو پیش کی تھی، اس میں اسلام کے تعدد ازدواج کی اہمیت وافادیت کو تسلیم کیا گیا ہے اور ہندو میرج ایکٹ کی دھجیاں اڑائی گئی ہیں۔ اس میں اس بات پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے کہ اسلام نے تعدد ازدواج کی جو اجازت دی ہے، اسے لوگ توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں اور اسے مسلمانوں کے حق میں غیر منصفانہ قانون قرار دیتے ہیں، جو درست نہیں ہے۔(۲۴) کمیشن نے یہ خیال بھی ظاہر کیا تھا کہ اسلام نے بیوی کے جائز تعلقات

میں جوتوازن قائم کیا ہے،اس کے دوررس اثرات انسانی معاشرہ پر پڑے ہیں:

''اسلام کا جب ظہور ہوا تو معاشرے میں بغیر کسی قاعدہ، ضابطہ، قانون یا روک ٹوک کثرت ازدواج کا رواج عام تھا۔ پوری دنیا میں دوسرے معاشروں میں بھی یہی رواج تھا۔ مقدس قرآن نے اس پر تحدید عائد کی، کثرت ازدواج کی اجازت ایک حد کے اندر دی گئی اور وہ بھی سخت ضابطہ کے ساتھ۔ قرآن نے ایک سے زیادہ شادی کی اجازت اس سخت شرط کے ساتھ دی ہے کہ انسان ہر پہلو سے دونوں بیویوں کے ساتھ مساوی سلوک کرے۔ اسی کے ساتھ قرآن نے زور دے کر فرمایا ہے کہ نیک نیتی کے باوجود بھی بیویوں کے ساتھ مساوی سلوک ممکن نہیں ہوسکتا، اس لیے ایک ہی بیوی پر اکتفا کرنا، ناانصافی سے دور رکھے گا۔ (۴:۳،۱۲۹) قرآن کی اس اصلاحی تلقین پر اللہ کے رسولؐ نے ایک بہت ہی سخت تنبیہ کا اضافہ فرمادیا ہے۔ جو شخص اپنی سب بیویوں کے ساتھ مساوی سلوک نہیں کرے گا وہ قیامت کے دن جواب دہ ہوگا۔ (۲۵)

اسلام کے قانون تعدد ازواج سے مغرب کی دل چسپی:

تعدد ازواج کے حوالے شریعت اسلامی کے اس قانون کی جتنی بھی مخالفت کی جائے اور اسلام اور مسلمان کو جتنا بھی کوسا جائے۔ پھر بھی مغربی ممالک میں اس کی افادیت کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ وہاں کے بعض سنجیدہ افراد اس کی تفہیم کے لئے علماءِ اسلام سے رجوع کرتے ہیں۔ وہ یہ سمجھنا چاہتے ہیں کہ اس میں منافع کس طرح اور ضرر کا پہلو کہاں ہے۔

مصر وعرب کے کے روزناموں میں یہ خبر شائع ہوئی تھی کی جرمنی کی حکومت نے علماءِ اظہر کے پاس یہ پیغام بھیجا تھا کہ اسلام میں تعدد ازواج کا جو نظام ہے اس کی تفصیلات درکار ہیں۔ جرمنی میں عورتوں کی بڑھتی ہوئی تعداد نے ایک سنگین صورت حال اختیار کرلی ہے۔ اس سے نمٹنے اور اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے جرمنی کی حکومت نے اسلام کے نظام تعدد سے مدد لینے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس خبر کے چند ہی روز بعد جرمنی کے دانش وروں کا ایک وفد مصر پہنچا تھا۔ اس نے اس سلسلے میں شیخ اظہر سے ملاقات کی۔ انہی دنوں جرمنی کی کچھ مسلم خواتین نے جامعہ اظہر میں باقاعدہ داخلہ بھی لے لیا تاکہ عورتوں کے سلسلے میں اسلام کے جو احکام ہیں، خاص طور پر تعدد ازواج کے سلسلے میں، ان کا وہ براہ راست مطالعہ کرسکیں۔ اس سے قبل جب جرمنی میں نازیوں کی حکومت تھی، تو تعدد ازواج کا قانون پاس کرنے کی طرف پیش رفت ہوئی تھی۔ چنانچہ ہٹلر نے ایک مسلم عربی رہ نما سے اپنے اس ارادے کا اظہار کیا تھا کہ وہ اپنے ہاں تعدد ازواج کا قانون پاس کرنا چاہتا ہے، لہذا وہ اسلامی نظام تعدد کو سامنے رکھتے ہوئے اس کا مسودہ تیار کریں۔ اس کے کچھ ہی دنوں بعد دوسری عالمی جنگ چھڑ گئی۔ اس طرح یہ کام ہوتے رہ گیا۔ (۲۶)

آج مغربی ممالک میں زنا بالجبر، زنا بالرضا، Live in Relationshp اور اسی طرح کی دوسری حیا سوزی کی جو بھیانک صورت حال ہے اس سے خود مغرب اکتا گیا ہے۔ اس کے اندر بھی اس بات کا احساس پیدا ہونے لگا ہے کہ اگر اس پر پوری طرح پابندی عائد نہیں کی گئی اور اس پر پوری طرح عمل پیرا نہیں ہوا گیا تو مزید تباہی کے عمل انجام پاتے رہیں گے جس کی وجہ سے پورا ملک ہلاک و برباد ہوجائے گا۔ اس کی حالت بھی وہی ہوگی جو یونا و روم اور اس جیسے دوسرے ممالک کی ہوئی تھی۔ جس کی تاریخ عبرت کے طور پر پڑھی اور سنی جاتی ہے۔ (۲۷) مغرب اب بھی اپنے رویے میں تبدیلی لے آئے تو

اس کی حالت سدھر سکتی ہے۔اس سے جہاں زنا کی وارداتیں کم ہوں گیں وہیں ناجائز بچے کی ولادت کا تناسب بھی کم جائے گا جو بھوت کی طرح ادھر ادھر منڈلاتے پھرتے ہیں۔ بیوہ اور مطلقہ عورتوں کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ یتیم و بے سہارا لڑکیوں کی کفالت ونگرانی اوران کی شادی بیاہ کی راہیں بھی ہموار ہو جائیں گی۔ڈاکٹر گستاولی بان اپنی کتاب 'حضارۃ العرب' میں لکھتا ہے:

''اہل یورپ نے تعدد ازدواج کے نظام کو بری طرح ملامت کا نشانہ بنایا ہے۔حالاں کہ یہی وہ نظام ہے جس کی حقیقت تک پہنچنے میں انہوں نے سب سے زیادہ ٹھوکر کھائی ہے۔ یورپ کے اکثر مورخین کا خیال ہے کہ تعدد کے نظریہ نے اسلام کے زاویہ کو تنگ کیا ہے اوراہل مشرق کے انحطاط کا سب سے بڑا سبب یہی ہے۔حالاں کہ یہ بات واقعہ کے خلاف ہے اور مجھے توقع ہے کہ جو قاری بھی اپنے یورپین نظریات سے صرف نظر کر کے اس فصل کا مطالعہ کرے گا وہ اس اعتراف پر اپنے آپ کو مجبور پائے گا کہ مشرق کا نظام تعدد ایک پاکیزہ نظام ہے جو اس پر عمل پیرا ہونے والی قوموں کے اخلاقی معیار کو بلند کرتا ہے۔خاندانی نظام کو مستحکم اور خود عورت کو عزت واحترام اور سعادت وکامرانی عطا کرتا ہے، جس کا یورپ میں کہیں وجود نہیں......کوئی سبب نہیں کہ مشرق کے قانون تعدد ازدواج کو مغرب کے خفیہ اور ناجائز تعدد سے کم تر سمجھا جائے۔ بلکہ اس کے برعکس میرا نظریہ یہ ہے کہ اول کو ہر طرح دوسرے پر ترجیح حاصل ہے۔''(۲۸)

انگلینڈ کے ایک مشہور روزنامہ 'ڈیلی میل' میں تعدد ازدواج کی قانونی اجازت کے عنوان سے ایک مضمون شائع ہوا تھا۔اس پر جرمنی کی ایک خاتون نے وہاں کے اخبار 'ٹروتھ' میں ایک مراسلہ تحریر کیا تھا۔اس میں اس نے مغربی دنیا کی صورت حال پر ماتم کرنے کے ساتھ اسے یہ مشورہ بھی دیا تھا:

''ہماری لڑکیوں کی آوارگی بہت بڑھتی جارہی ہے اور پانی سر سے اونچا ہونے لگا ہے۔لیکن لوگوں کو اس کے اسباب کی تلاش کرنے کی طرف بہت کم توجہ ہے۔ میں بھی چوں کہ اسی صنف سے تعلق رکھتی ہوں، اس لئے لڑکیوں کی اس حالت زار سے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔مگر محض رنجیدگی اور غم خواری تو اس مرض کا علاج نہیں۔ جب تک اس گندگی کو ہٹانے کے لئے کوئی عملی قدم نہ اٹھایا جائے۔ خدا بھلا کرے ایک عالم فاضل 'ٹامس' کا کہ انہوں نے مرض کی تشخیص کی اور اس کا تیر بہ ہدف علاج بتایا اور وہ یہ ہے کہ ایک مرد کو چند بیویاں رکھنے کی اجازت دے دی جائے۔اس طریقہ سے تو یقیناً یہ مصیبت ٹل سکتی ہے اور ہماری بے سری، آوارہ گشت لڑکیاں گھر والیاں بن سکتی ہیں۔خلاصہ یہ ہے کہ سب سے بڑی ایک ہی مصیبت ہے، وہ یہ ہے کہ ایک یورپین مرد کو ایک ہی بیوی رکھنے پر مجبور کرنا۔''(۲۹)

برطانوی سوشلسٹ اور حقوق نسواں کی علم بردار خاتون ڈاکٹر اینی بیسنٹ(Dr. Annie Besant) نے مغربی ممالک کی یک زوجگی کے قانون کو غیر منصفانہ قرار دیا ہے۔اس کے نتیجے میں وہاں جو ملکی ومعاشرتی مسائل کھڑے ہوئے ہیں اس کی وضاحت کی ہے، اس کے بعد وہ اسلام کے قانون تعدد ازدواج کی افادیت ظاہر کرتے ہوئے لکھتی ہیں:

''مغرب میں یک زوجگی محض ایک دھوکہ ہے۔ وہاں درحقیقت لوگ کثیر زوجگی کے عادی ہیں اور یہ کثرت

ازدواج احساس ذمے داری سے عاری ہے، کیوں کہ ایک مرد جب اپنی مسٹریس (داشتہ) سے بے زار ہو جاتا ہے تو وہ اسے خیر باد کہہ دیتا ہے اور وہ بتدریج اس کو بے راہ خاتون میں تبدیل کر دیتا ہے، کیوں کہ اس کا رکھوالا اور نگراں اس سے بے فکر ہو جاتا ہے۔ اس طرح وہ اس بے آسرا دوسری بیوی اور جائز اولاد کی ماں سے سو درجہ بدتر ہوتی ہے، جس کو اپنے گھر کی چھت کے زیر سایہ کسی شوہر کی تائید و مالی تعاون حاصل ہوتا ہے۔ ہم جب کبھی مغربی ممالک کے شہروں میں اس قسم کی بے آسرا اور آوارہ خواتین کو راتوں میں قحبہ خانوں اور شراب خانوں کے اردگرد جمِ غفیر کو دیکھتے ہیں تو ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ ہم نے اسلام کے کثیر زوجگی قوانین کی مذمت اور ایسے رواجوں پر مسلم معاشرہ کو ملامت کرنے کا حق کھو دیا ہے۔ ایک سے زائد عورتوں کے لئے یہ زیادہ بہتر ہے کہ وہ ایک مرد سے جڑی رہیں، ان کے زیر عاطفت زندگی بسر کریں۔ اپنی اولادوں کو پورے اعتماد سے اس کا نسبی نام دیں اور سوسائٹی میں باعزت زندگی گزاریں، بہ نسبت اس کے کہ وہ سڑکوں کی ہو کر رہ جائیں، بے آسرا ہوں، ان کا کوئی نگہبان نہ ہو اور ہر رات راہ گیروں کی ہوش کا نشانہ بنیں اور کبھی مادرانہ حیثیت ہی نہ حاصل کر سکیں۔'' (۳۰)

تعدد زواج سے بعض مسلمانوں کی نفرت ہے؟:

اسلام نے صرف شادی بیاہ کے معاملے میں ہی نہیں عورتوں کے حقوق کی رعایت کی ہے۔ بلکہ اس نے اس کی پوری زندگی میں انہیں تحفظ فراہم کیا ہے اور دنیا میں اس کے حقوق کو متعارف ہی نہیں تسلیم بھی کروایا ہے۔ جس کا تصور زمانہ قدیم تو درکنار مابعد جدید دور میں بھی نہیں کیا جا سکتا۔ عورت جس روپ میں بھی اسلام کے سامنے آئی، اس نے بڑی کشادگی کے ساتھ اس کا استقبال اور اس کی عزت و تکریم کیا ہے۔ پوری اسلامی تعلیمات کا کھنگال کر مطالعہ کر لیا جائے، اس کے متعلق کہیں بھی سخت سست الفاظ نہیں ملیں گے، بلکہ ہر جگہ اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ اس پس منظر میں ذیل کا اقتباس قابل ملاحظہ ہے:

''اسلام کا عورتوں پر سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ اس نے ان کی حیثیت ہمیشہ کے لئے محفوظ و محترم بنا دی۔ 'گوہر عصمت' کو ان کے 'تاج افتخار' کا 'درخشاں موتی' بنا دیا۔ عفت و نزاہت اور شرم و حیا کو ان کا زیور قرار دیا۔ ان کے حسن و جمال کو 'شمع انجمن' بنانے کے بجائے 'فروغ خانہ' بنا کر انہیں بوالہوسی اور بدنگاہی کی آندھیوں سے محفوظ کر دیا۔ انہیں 'متاع عام' بن جانے کی جگہ 'جنس واجب الاحترام' ہونا سکھایا۔ مغرب نے اسے 'نصف بہتر' (Better Half) بتایا۔ لیکن اسلام نے اسے عملی شکل دی۔ عورت کے لئے سب سے ضروری شے اس کا تحفظ تھا، اسلام نے اپنے اخلاقی نظام ہی نہیں بلکہ پورے نظام حیات میں اس کی اتنی رعایت رکھی کہ اس کا ہر طرح تحفظ ہو گیا۔ اس نے حریم جمال کے گرد اتنی مضبوط فصیل، اتنا پختہ حصار کھینچ دیا جو بوالہوسی کی دسترس سے باہر ہے۔ اس نے پردہ اور نظر ہی کی پابندیاں نہیں لگائیں، بلکہ فکر و خیال کے چور دروازے اور عریاں ادب کے پیدا کردہ رخنے بھی بند کر دیئے۔ اس نے عفت نظر ہی کی تعلیم نہیں دی، عصمت خیال پر بھی زور دیا۔ اس نے پردہ کو قید کی علامت نہیں، آزادی کی ضمانت بنا دی۔ اس نے آزادانہ اختلاط کے ہر مشتبہ اور غلط موقع کو ختم

کر دیا۔ اسے کوچہ بازار میں ماری ماری پھرانے کے بجائے عزت ووقار کے ساتھ گھر کی ملکہ بنا کر بٹھایا۔ آزادیِ نسواں کی تحریکات دراصل ہوس باز مردوں کا دام پرفریب تھا، جن میں عورتوں کی مت مار کر انہیں صید زبوں بنایا گیا اور تفریحی مشغلہ بنا کر کھیلا گیا۔ یورپ کی حد تک فرائڈ کی تحلیل نفسی صحیح ہے کہ وہاں کی زندگی میں جنسی محرک بڑا محرک رہا ہے، جس نے مغربی زندگی میں ہمیشہ صنفی انتشار(Sexual Anarchy) اور اخلاقی بحران(Moral Crisis) برپا رکھا۔ عورت کے بارہ میں یہ غلط نظریات ہی تھے، جنہوں نے تہذیب کی بنیادیں ہلا کر بالآخر اسے قصہ رفتہ بنا دیا۔ یونانیوں کے زوال، روما کے سقوط اور یورپ کے انحطاط اور تہذیبی دیوالیہ پن اور مشرقی ملکوں میں کش مکش میں بھی ان ہی غلط کاریوں کا دخل تھا۔ اس کے برخلاف اسلام کی ڈیڑھ ہزار سالہ تہذیبی تاریخ میں کسی صنفی انتشار اور اخلاقی خلفشار کا سراغ نہیں ملتا۔ بے لچک اور غیر جانب دارانہ جائزہ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ بہ حیثیت مجموعی مسلم معاشرہ اپنے ہر دور میں اخلاقی اصول وضوابط کا پابند اور ایک روحانی وربانی پاکیزگی کا آئینہ دار اور علم بردار رہا ہے۔ اسلام نے جس طرح زندگی کے ہر جادے میں انقلاب برپا کیا، رسم ورواج کی افراتفری ختم کر کے ایک میزان عدل اور نقطہ اعتدال قائم کیا، اسی طرح عورتوں کو بھی دنیا کی تاریخ میں پہلی بار ان کا حق دیا اور ان کا صحیح مقام بتایا۔''(۳۱)

اسلام مغرب کے ہر اس سیلاب پر مستحکم روک لگانے کا طرف دار ہے، جس سے انسانیت کی تذلیل وتحقیر اور اس کی تباہی ہوتی ہے۔ اس کے برعکس مغرب اس انارکی کو ترقی اور آزادی کا نام دیتا ہے۔ اس صورت میں وہاں کی معاشرت میں شفافیت ہونے چاہیے تھی۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ معاشرتی بگاڑ کی جتنی بھی چیزیں دنیا میں پائی جاتی ہیں، ان میں یورپ وامریکہ سب سے آگے ہے اور وہی اس کا مبلغ بھی ہے۔ اس صورت حال کا تقابلی جائزہ ڈاکٹر جاوید جمیل نے اپنی کتاب Muslims Most Civilized. Yet not Enough میں تفصیل سے پیش کیا ہے۔ ایک جگہ وہ لکھتے ہیں:

''مسلمان اپنی تمام تر کمزوریوں کے باوجود آج بھی مغرب سے زیادہ مہذب ہیں۔ آج بھی قتل وغارت گری، تشدد، جنسی تشدد، اسقاط حمل، شراب نوشی، جوا، عصمت فروشی، فحاشی وعریانی، خودکشی، طلاق، ہم جنس پرستی، بچوں کے جنسی استحصال، والدین اور بزرگوں کے مسائل، تعلیم، اقتصادی ترقی اور دیگر حوالوں سے اسلامی ممالک کی تمدنی صورت حال سماجی پیمانوں اور اعداد وشمار کے لحاظ سے بحیثیت مجموعی مغرب سے بہتر ہے۔''(۳۲)

ایک موقع سے مغربی پاکستان اسمبلی میں عائلی قوانین کے نفاذ پر بحث ہو رہی تھی۔ اسمبلی کی ایک مسلمان خاتون ممبر نے یہ سوال کیا کہ مرد کو چار بیویاں کرنے کا حق ہے، عورت کو چار خاوند کرنے کا حق کیوں نہیں؟ حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ بھی اسمبلی کے رکن تھے اور ان کے جواب دینے کا مخصوص انداز ہوتا تھا۔ انہوں نے مذکورہ خاتون کو مخاطب کر کے کہا کہ بیگم صاحبہ آپ بیس کریں، آپ کے لئے کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ ممانعت تو قرآن کریم کا حکم ماننے والوں کے لئے ہے، نہ ماننے والوں کے لئے کوئی پابندی نہیں ہے۔(۳۳) پاکستان کے الگ ہونے کی بنیادی وجہ یہی تھی کہ وہاں ارباب حل وعقد اور دانش ور طبقہ چاہتے تھے کہ یہاں کا ملکی قانون شرعی قوانین پر عمل پیرا ہوگا اور ہر معاملے میں اس پر کاربند ہوگا۔ مگر یہاں

اسلام کے نام پر جو توہین امیز امور انجام پاتے ہیں اس پر مزید کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں ہے، عائلی قوانین اس کی زندہ اور تازہ مثال ہے۔ آج صورت حال یہ ہے کہ ہم مسلمان مغرب کو تعدد زواج کے حوالے سے بہت زیادہ کوستے ہیں اور وہاں پھیلی برائی کی ایک بڑی وجہ قانون یک زوجگی کو قرار دیتے ہیں اور اس پر ماتم بھی کرتے ہیں۔ مگر خود پاکستان میں اس کی ممانعت ہے۔ عورتوں کی رضامندی کے ساتھ اس کو مشروط کر دینا ہی ممانعت تعدد زواج کا قانون ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حالیہ دنوں میں وہاں کی ایک قانون ساز خاتون نے شریعت سے متصادم اس قانون کو ختم کئے جانے پر زور دے رہی ہے، اس کے نتیجہ میں اس کے خلاف احتجاج ہو رہے ہیں۔ (۳۴) اس طرح یہ ازسرنو غور وفکر کا موضوع بن گیا ہے۔ اللہ کرے ان کی محنت کامیابی سے ہم کنار ہو جائے۔ انہیں دنوں میں وہاں کے ایک سرکردہ لیڈر نے اسمبلی میں بحث کے دوران زور دے کر بڑی دل چسپ بات یہ کہی کہ یہاں بیٹھے بیش تر حضرات نے خفیہ یا اعلانیہ دوسری شادی کر رکھی ہے۔ (۳۵)

خنجر پہ کوئی چھینٹ نہ دامن پر کوئی داغ
تم قتل کرو ہو کہ کرامات کرو ہو

کسی کے منفی عمل سے شریعت کا حکم بدل نہیں سکتا:

یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ کچھ لوگ اس اجازت کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اس سے طبقہ نسواں کی تذلیل وتوہین ہوتی۔ نیز اس سے شریعت اسلامی کو خفت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہ کسی فرد واحد کا عمل ہے، اسلام سے اس کو جوڑنا درست نہیں ہے۔ معاشرہ میں اس کے انسداد کی منظّم کوشش کی جانی چاہیے۔ نہ کہ سرے سے اس قانونی اجازت کو موقوف کر دینا چاہیے۔ جب بھی اور جہاں بھی اس کو ممنوع کیا گیا معاشرہ خلفشاری میں مبتلا ہو گیا۔ کسی چیز کے ترک کرنے کے لئے یہ کافی نہیں کہ اس میں کچھ نقصانات ہیں۔ نہ کسی چیز کو اس وجہ سے اختیار کیا جائے کہ اس میں کچھ فوائد ہیں۔ بلکہ ایسی صورت میں نفع اور نقصان کا موازنہ کیا جائے گا۔ اگر مضرت کا پہلو غالب ہوگا تو اسے ترک کیا جائے گا اور منفعت کا غلبہ ہوگا تو اسے اختیار کیا جائے گا۔ قرآن کریم کی صراحت کی رو سے شراب وجوئے میں بھی کچھ منافع ہیں۔ (بقرہ) مگر اس کے باوجود قرآن نے انہیں حرام قرار دیا اور جہاد وقتال میں خوں ریزی، بدامنی اور جان ومال کا ضیاع ہے، لیکن بلند مقاصد کی خاطر اسے فرض قرار دیا گیا۔ اسی طرح یک زوجگی کے کچھ فوائد اور چند زوجگی کے کچھ نقصانات ہیں۔ لیکن چند زوجگی کو ممنوع اور یک زوجگی کو لازم قرار دینے کی صورت میں جو مضرات ونقصانات ہیں وہ بہر حال ناقابل برداشت ہیں۔ کیوں کہ اس صورت میں فسق وفجور، جنسی انارکی وفحش کاری کی وبا پھوٹ پڑتی ہے جو فرد، قوم، ملک اور سماج سب کے لئے تباہ کن ہے۔ اس لئے اسلام اسے کسی قیمت پر گوارہ نہیں کرسکتا اور چند زوجگی میں اخلاقی اقدار، عفت وعصمت کی حفاظت، مصالح عامہ کی رعایت اور ملک وسماج کی اجتماعی مشکلات کا حل ہے، اس لئے وہ قابل ترجیح ہے۔' (۳۶) مولانا سید حامد علی نے اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

''جدید تعلیم یافتہ طبقہ تعدد ازدواج کا نقشہ کچھ اس طرح سے کھینچتا ہے کہ ایک مرد کے پاس غول درغول عورتیں ہیں، جنہیں وہ نفس پرستی اور ہوس رانی کے لئے اپنے گرد اکٹھا کئے ہوئے ہے۔ اسے اس بات سے کوئی غرض نہیں کہ اس پر ان عورتوں کے حقوق کیا ہیں اور بیویوں کی اس فوج سے جو انبوہ درانبوہ اولاد ہوگی اس کا کیا بنے گا۔ اس کے سامنے تو بس دو ہی کام ہیں۔ عورتوں کی فوج در فوج اپنے گرد جمع کرنا اور پھر شب وروز عیش ومستی کی داد دینا۔

اس نقشے میں رنگ بھرنے کے لئے عیاش نوابوں اور نفس پرست بادشاہوں کو پیش کیا جاتا کہ دیکھو! فلاں اور فلاں فرماں روا کی حرم سرا میں کئی کئی سو بلکہ کئی کئی ہزار بیویاں تھیں۔ کہا جاتا کہ یہ فرماں روا اپنی ہر بیوی سے زندگی میں ایک ہی بار شب باشی کرتے اور اگلے روز شب عروسی منانے کے لئے دوسری نئی بیوی کے پاس پہنچ جاتے۔ بلاشبہ یہ نقشہ بڑا دردناک اور بھیانک ہے، مگر تعدد ازدواج کی محدود شرط و اجازت سے اس کا کیا تعلق؟ یہ تو ملوکیت اور نفس پرستی کے کرشمے ہیں۔ مطلق العنان فرماں رواؤں کا فی الواقع کوئی مذہب نہیں ہوتا۔ خواہ وہ کتنے ہی دھرماتما ہونے کا دعویٰ کریں۔ نہ حد سے بڑھی ہوئی خواہشوں کے سوا وہ کسی ضابطہ اخلاق کے پابند ہوتے ہیں۔ تعدد ازدواج کا قانون ہو یا یک زوجگی کا، ان کی خواہشات کے سامنے سب ہیچ ہیں۔'' (۳۷)

مسئلہ تعدد ازدواج میں بعض مسلمان بھی افراط و تفریط کے شکار ہیں:

تعدد ازدواج کے حوالے سے آج جو خرابیاں اور منفی سوچ پائی جاتی ہے، اس کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ ہم نے اسلام یا شریعت کے مزاج کو سمجھا ہی نہیں اور نہ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایک طرف تو لوگ اسے عورتوں کے حق میں ظلم قرار دیتے، اور دوسری طرف عورتوں سے ناجائز تعلقات قائم کر کے گناہ عظیم کا ارتکاب کرتے ہیں۔ نیز بعض لوگ ایسے ہیں کہ جن کی کو دوسری بیوی کی ضرورت ہے مگر وہ یہ سوچ کر ایسا نہیں کرتے کہ معاشرہ کے لوگ اسے اچھی نظر سے نہیں دیکھیں گے اور ان پر پھبتی کسیں گے، یا ان کی پہلی بیوی اپنی سوکن کو برداشت نہیں کرے گی اور اس سے گھر کا سکون مکدر ہوگا۔ نیز کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اسلام کی اس اجازت کا ناجائز فائدہ اٹھا کر شادی پر شادی کئے جاتے ہیں، مگر اپنی بیویوں کے حقوق کا مطلق خیال نہیں کرتے۔ یہ تمام باتیں روح شریعت سے متصادم ہیں۔ ہمیں اس اجازت سے اسی وقت فائدہ اٹھانا چاہیے، جب کہ حالات اس کا متقاضی ہوں اور جس کے بغیر کوئی چارہ کار نہ ہو۔ (۳۸)

ہمدردی کی مستحق پہلی بیوی ہی کیوں؟

یہ بات بھی بڑی اٹ پٹانگ معلوم ہوتی ہے، معاشرہ کی ساری ہمدردیاں صرف پہلی بیوی کے ساتھ ہی کیوں ہوتی ہیں، دوسری اور تیسری بیوی بھی تو عورت ہی ہے۔ اسے کیوں لائق توجہ نہیں سمجھا جاتا۔ اسے مرد نے جو بیاہ کر لایا ہے، اس کی کوئی نہ کوئی معقول اور شرعی وجہ ہوگی۔ یہ مرد کی طرف سے بھی ہو سکتی ہے اور عورت کی طرف سے بھی اور اس کی ذمہ دار پہلی بیوی بھی ہو سکتی ہے۔ بہر صورت اس پر غور کرنے یا اسے سمجھنے کی ضرورت ہے۔ جیسا کہ مولانا برہان الدین سنبھلی لکھتے ہیں:

''یہاں رہ رہ کر ایک سوال ذہن میں پیدا ہوتا ہے کہ تعدد ازدواج پر تنقید کرنے والوں کی تمام تر ہمدردیاں عموماً پہلی بیوی کے ساتھ ہی کیوں ہوتی ہیں۔ ساری غم خواری کی حق دار وہی کیوں قرار پاتی ہے؟ حالاں کہ دوسری بیوی بھی تو بہرحال عورت ہی ہوتی ہے۔ اگر اس کے ساتھ شوہر کچھ ترجیحی سلوک کرتا ہے (اگرچہ ترجیحی سلوک کسی کے ساتھ بی شرعا سخت منع ہے) تو بہرحال وہ عورت ہی کے ساتھ بہتر سلوک ہوگا۔ وہ بھی ظاہر ہے صنف نازک ہوتی ہے۔ تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ ہمدردی کی کون سی قسم ہے کہ کچھ تو اس صنف کے ساتھ ہمدردی کے قابل سمجھی جائیں اور کچھ کے ساتھ حسن سلوک کرنا گویا صنف نازک کے ساتھ حسن سلوک کہلانے کا مستحق ہی نہ قرار دیا جائے؟ ظاہر ہے کہ وہی عورت کسی مرد کی دوسری بیوی بننا بہ خوشی یا بادل نخواستہ گوارا کرتی ہے جو

اس جیسے مرد کی تنہا بیوی نہیں بن سکتی تھی اور اب اسے نکاح کے بعد کچھ راحتیں و نعمتیں حاصل ہو گئیں جن سے اب تک محروم تھیں، بظاہر آئندہ بھی محروم رہتی تو اس میں از روئے عقل سلیم آخر کیا قباحت ہے؟''(۳۹)

دوسری شادی بیوی اول کی اجازت پر مشروط ہونی چاہیے؟

تعدد ازواج کے حوالے سے بعض مسلمانوں کی طرف سے ایک بات یہ بھی کہی جاتی ہے کہ اسلام نے مردوں کی اس کی اجازت دے کر عورت کے حقوق پر شب خون مارا ہے۔ نیز اس سے اسے ذہنی و قلبی اذیت ہوتی ہے، جس سے گھریلو ماحول مزید خراب ہوتا ہے۔ اگر اسے مردوں کے لئے اسے جائز کرنا ہی تھا تو اسے پہلی بیوی کی اجازت پر موقوف و مشروط ہونا چاہیے تھا تاکہ وہ اپنی سہولت کو دیکھ کر چاہے تو اس کی اجازت دے یا نہ دے۔ س طرح کی باتیں جہالت پر مبنی ہیں۔ بالخصوص پاک و ہند کے تناظر میں یہ بات تو بالکل ہی خلاف ہے کہ عورت اپنے شوہر کی فطری ضرورت کا احساس سنجیدگی سے کرے اور اپنے شوہر کو آسانی سے دوسری شادی کرنے کی اجازت دے دے۔ اگر ایسا ہوتا تو بعض حیثیت سے مردوں کو جو قوام بنایا گیا ہے اس کے منافی ہوتا اور معاشرہ کا توازن بگڑ جاتا۔ شریعت اسلامی کسی کے مشورہ کی نہ محتاج ہے اور نہ کسی کے تابع ہے۔ وہ انسانیت کے حسب حال ہی کوئی چیز وضع کرتا اور اس کا مکلّف بناتا ہے۔ یہی دین اسلام کی خصوصیت ہے، جس سے دنیا کا ہر مذہب خالی ہے۔ دراصل یہ باتیں جدید دور کی پیداوار ہیں اور وہ بھی مغرب سے متاثر ہو کر اس قسم کی باتیں وضع کی گئی ہیں۔ یک زوجگی کا پابند بنانے کا جو ردعمل ہوا وہ ہمارے سامنے ہے۔ اسلام یا مسلم معاشرہ میں اس قسم کی روایات کو فروغ دینے کا بالکل ہی روادار نہیں ہے۔ تاریخ اسلام کے جتنے بھی علما اور فقہا ہیں ان کا متفقہ فیصلہ ہے کہ اس بارے میں مرد کو بااختیار بنایا گیا وہ شادی کے سلسلے میں اپنی بیوی کے صلاح و مشورہ اور اس کی اجازت کا محتاج نہیں ہے۔ مرد خود فیصلہ کرے گا کہ کب اور کیوں اسے ایک سے زائد بیوی کی ضرورت ہے۔ پھر اسلام نے مسلمانوں کو تعدد رواج کا پابند نہیں بنایا ہے، بلکہ بعض مصالح کے تحت اس کی اجازت دی ہے۔ بہتر تو یہی ہے کہ اگر پہلی بیوی شوہر کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں کرتی اور پہلی بیوی سے مرد ضرورت کی تکمیل ہو جاتی ہے تو بہتر یہی ہے ایک ہی بیوی پر اکتفا کیا جائے۔(۴۰) ایک سوال کے جواب میں مولانا یوسف لدھیانوی لکھتے ہیں:

''دوسری شادی کے لئے پہلی بیوی کی رضامندی شرط نہیں۔ لیکن دونوں عورتوں کے درمیان عدل و مساوات رکھنا ضروری ہے۔ چوں کہ عورتوں کی طبیعت کمزور ہوتی ہے اور جھگڑا فساد سے آدمی کی زندگی اجیرن ہو جاتی ہے، اس لئے عافیت اسی میں ہے کہ دوسری شادی حتی الوسع نہ کی جائے اور اگر کی جائے تو دونوں کو الگ الگ مکان میں رکھے اور دونوں کے حقوق برابر ادا کرتا رہے۔ ایک طرفہ جھکاؤ اور ترجیحی سلوک کا وبال بڑا ہی سخت ہے۔''(۴۱)

قاضی کی اجازت پر ہی دوسری شادی موقوف ہونی چاہیے؟

بعض روشن خیال لوگ یہ بھی مطالبہ کرتے ہیں کہ چوں کہ تعدد ازواج کی آڑ میں عورتوں پر انتہائی ظلم کیا جاتا ہے، اس لئے اس کے انسداد کے لئے ضروری ہے کہ اس کا اختیار قاضی کو دے دیا جائے۔ وہ پورے قضیہ کا جائزہ لینے کے بعد چاہے تو اس کی اجازت دے یا نہ دے۔ یعنی صورت حال جس بات کی متقاضی ہو ویسا ہی کیا جائے۔ کس کے دل میں کیا ہے اور کون ضرورت مند ہے اور کس کا جنسی داعیہ کتنا بڑھا ہوا ہے، اس کا اندازہ قاضی کیسے کرسکتا ہے۔ ایسا مشورہ دینے سے بہتر تو یہ

ہوگا کہ جولوگ بیویوں پر ظلم کرتے ہیں، اس کے انسداد کی منظّم کوشش کی جائے۔ سید سابق مصریؒ لکھتے ہیں:

''پھر جولوگ کئی شادیوں کو صرف قاضی کی اجازت سے جائز کہتے ہیں وہ ان لوگوں کے حالات سے دلیل لے رہے ہیں جنھوں نے ایک سے زیادہ شادیاں کیں۔ وہ دانستہ یا نادانستہ ان خرابیوں سے تجاہل برت رہے ہیں جو کئی شادیوں کو روکنے سے پیش آتے ہیں۔ جو نقصان کئی سادیوں کے جواز سے پیش آئے ہیں، وہ نقصان منع کرنے سے کہیں ہلکا ہے۔ پھر یہ ضروری ہے کہ کم نقصان والے سے بچا جائے۔ اس قاعدے کی پیروی کر لیں کہ دو نقصانوں میں کم تر کو قبول کر لیا جائے' اور قاضی کا وہ امر چھوڑ دیا جائے جس کا حصول ممکن بھی نہیں۔ یہاں جانچ کے کوئی ایسے معیار بھی نہیں ہیں جو لوگوں کے حالات وطبیعتوں کو پہچان سکیں۔ پھر اس کا نقصان نفع سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔'' (۴۲)

اگر عقد اول کسی عدالت اور قاضی کی اجازت پر مشروط نہیں ہے، تو پھر نکاح ثانی یا ثالث یا رابع بھی نہیں ہوسکتا۔ اس طرح کی شفارشات اسی صورت میں قابل قبول ہوسکتی ہیں، جب یہ ثابت ہو جائے کہ تعدد ازواج فی نفسہ ایک برا فعل ہے۔ لیکن آج دنیا کا کوئی سنجیدہ دانش ور نہیں ہے جو اسے برا کہتا ہو، چہ جائے کہ اس کا ذاتی عمل اس کے برخلاف کیوں نہ ہو۔

تعدد زواج اولاد کے درمیان کش مکش کی وجہ ہے؟

یہ بات بھی بڑے زور وشور سے کہی جاتی ہے کہ جب ایک سے زیادہ بیویاں ہوں گی اور سبھی سے اولاد ہوگی تو ان کے درمیان ترجیحی سلوک ناگزر رہے۔ نیز بچے ایک دوسرے کو کہیں نہ کہیں اپنا حریف ضرور سمجھیں گے۔ یہ بے بنیاد بات ہے۔ پہلے تو معاشرہ کو ذہنی طور پر اس کے لئے تیار ہونے کی ضرورت ہے۔ اسے مصلحت کے طور پر قبول کیا جائے تو شاید یہ نوبت نہیں آئے گی۔ مگر ہمارے معاشرے میں دوسری شادی کو مطلقا ایک عار اور عیب کی چیز سمجھ لیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ بعض حالات میں غیر شرعی جنسی اختلاط کو تو برداشت کر لیا جاتا ہے۔ لیکن دوسری شادی کا نام سننا بھی گوارا نہیں کیا جاتا۔ اسے مصلحت کے طور پر قبول کیا جائے تو شاید یہ نوبت نہیں آئے گی۔ مزید یہ کہ اس طرح کی باتیں خود اپنے گھریلو ماحول کی خرابی کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ اگر گھر میں دینی ماحول ہوگا اور بچوں کی تربیت اسی انداز سے کی جائے تو اس قسم کی باتیں پیدا ہی نہیں ہوں گی۔ ہمارے نزدیک سب سے بڑی مثال عہد نبوی کا مسلم معاشرہ ہے۔ صحابہ کرام کی بڑی تعداد تعدد زواج پر عامل تھی، جن سے کئی کئی اولادیں تھیں۔ اس وقت عرب مما لک کے بڑے بڑے خان دان ہیں۔ وہ لوگ بہ کثرت تعدد زاوج پر عمل کرتے ہیں اور ان کی ہر بیوی سے کئی کئی بچے ہوتے ہیں، مگر ان بچوں کے دمیان کوئی ترجیحی سلوک نہیں ہوتا۔ آخر وجہ کیا ہے؟ سوتیلی ماں بھی دوسری اولاد کو الفت کی نگاہ سے نہ صرف دیکھتی، بلکہ اس کے ساتھ بہت زیادہ محبت کرتی ہے۔ سوتیلے بھائی بھی آپس میں مل جل کر اور سیر وشکر رہتے ہیں۔ البتہ جو لوگ عیاشی کی غرض سے ہی شادی پر شادی کرتے ہیں وہ شریعت اور اور سماج کی نگاہ میں مجرم ہیں اور اس کا وبال اس پر اسی طرح سے ظاہر ہوگا اور پھر اس کا تعلق اسلام سے بالکل نہیں ہے۔ بلکہ یہ بھی مغربی فکر کا شاخ شانہ ہے۔

کئی بیویوں کی وجہ سے گھر کا ماحول مکدر ہوتا ہے؟

تعدد زواج کی افادیت کا انکار کرتے ہوئے ایک بات یہ بھی کہی جاتی ہے کہ جس گھر میں ایک کے بجائے کئی بیویاں ہوں گیں، وہاں کا ماحول مکدر رہنا ناگزیر ہے۔ یہ آپس میں بات بات پر ایک دوسرے سے تو تو مے میں کریں گی اور

نوبت لڑائی جھگڑے تک پہنچیں گی۔ یہ بات آخر کیوں بھلا دی جاتی ہے کہ عورت ہوتی ہی ہیں تلون مزاج۔ وہ چار کی صورت میں ہی گھر کا ماحول مکدر کیوں کریں گیں۔ ایک عورت بھی تو اس اس طرح کا ماحول پیدا کر دیتی ہے۔ اردگرد کے گھڑوں میں جھانک کر دیکھئے۔ لڑکے کی جب تک شادی نہیں ہوئی گھر ہی کیا پورے خاندان میں اطمینان وسکون ہوتا ہے۔ سب مل جل کر ایک دوسرے کے ساتھ رہتے اور ملتے جلتے ہیں۔ مگر جیسے ہی گھر میں ایک نئ عورت کا اضافہ ہوا کسی نہ کسی شکل میں وہاں چہ می گوئیاں شروع ہو جاتی ہیں اور بالآخر نوبت انتہائی کشیدہ ہو جاتے ہیں۔ مرتا نہ کیا کرتا مرد کو مجبورا ہندوستان جیسے معاشرہ میں ساری زندگی اسے جھیلنا پڑتا ہے۔ اس کا اصل ذمہ دار کون ہوتا ہے، اس سے بحث نہیں ہے۔ شروعات کس سے اور کب سے ہوئی اس کو نظر میں ضرور رکھا جائے۔ اس وقت کوئی یہ کیوں نہیں کہتا کہ چوں کہ یہ خرابی اسی شادی کی وجہ سے ہوئی ہے، اس لئے اس رسم کو ہی موقوف کر دیا جانا چاہیے اور سب کو اس بات کا پابند بنا دیا جانا چاہے کہ مرد ہوں یا عورت اپنے جنسی داعیہ کو ہمیشہ ہمیش کے لئے کوئی کیپسول کھا کر ناکارہ بنا دیں اور مجرد زندگی گزارنا شروع کر دیں۔ نہ رہے گی بانس نہ بجے گی بانسری اور یہ مثل بھی مشہور ہے کہ 'بھائی ایسا دوست نہ بھائی ایسا دشمن' مرد اگر عدل ومساوات میں اسلام کا پابند ہے اور اس کے دل میں اللہ کا ڈر ہے تو کسی فتنے کا اندیشہ باقی رہتا۔ اس لئے ان میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ وہ اپنے اپنے حدود میں رہیں اور ایک دوسرے کا عزت واحترام کریں۔

حرفِ آخر:

بیش تر انبیاءِ کرام سمیت دنیا کے تمام مذاہب اور تاریخ کے ہر دور میں تعدد ازدواج پر کسی نہ کسی شکل میں عمل کیا گیا، لیکن اس کی کوئی حد بندی نہیں تھی۔ اسلام نے فطرت انسانی کی ضرورت اور معاشرے کے تقاضوں کو ملحوظ رکھ کر اس پر بالکلیہ بندش لگانے کی بجائے اسے عدل کی شرط کے ساتھ چار میں محدود کر دیا ہے۔ قرآن مجید میں کئی مقامات پر بیویوں کے درمیان عدل کرنے پر زور ہی نہیں بلکہ حکم دیا گیا ہے۔ احادیث نبویہ میں بھی اس کی سخت تاکید کی گئی ہے۔ فقہاءِ کرام نے بھی ان کے ساتھ عدل کرنے پر بہت زور دیا ہے۔ اس بنا پر یہ کہا جائے گا کہ شریعت اسلامی نے اس مسئلہ کو دیگر مذاہب کی طرح بے لگام نہیں چھوڑا ہے۔ نبیؐ نے اپنی بیویوں کے درمیاں عدل ومساوات کی بہترین مثال قائم کی ہے۔ صحابہ کرام نے بھی اس کی جو نظیر پیش کی ہے اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام نے طبقہ نسواں کو ہر طرح سے تحفظ فراہم کیا ہے۔ جس کا تصور زمانہ قدیم تو درکنار مابعد جدید دور میں بھی نہیں کیا جا سکتا۔ عورت جس روپ میں بھی اسلام کے سامنے آئی، اس نے بڑی خندہ پیشانی اور کشادہ دلی کے ساتھ اس کا استقبال اور اس کے ساتھ عزت وتکریم کا معاملہ کیا ہے۔

اسلام نے اپنے اخلاقی نظام ہی میں نہیں بلکہ پورے نظام حیات میں عورت کی اتنی رعایت رکھی کہ اس کا ہر طرح تحفظ ہو گیا۔ اس نے حریم جمال کے گرد اتنی مضبوط فصیل، اتنا پختہ حصار کھینچ دیا جو بوالہوسی کی دسترس سے باہر ہے۔ اس نے پردہ اور نظر ہی کی پابندیاں نہیں لگائیں، بلکہ فکر وخیال کے چور دروازے اور عریاں ادب کے پیدا کردہ رخنے بھی بند کر دیئے۔ اس نے عفت نظر ہی کی تعلیم نہیں دی، عصمت خیال پر بھی زور دیا۔ اس نے پردہ کو قید کی علامت نہیں، آزادی کی ضمانت بنا دی۔ اس نے آزادانہ اختلاط کے ہر مشتبہ اور غلط موقع کو ختم کر دیا۔ اسے کوچہ بازار میں ماری ماری پھرانے کے بجائے عزت ووقار کے ساتھ گھر کی ملکہ بنا کر بٹھایا۔ آزادی نسواں کی تحریکات دراصل ہوس باز مردوں کا دام پر فریب تھا، جن میں عورتوں کی مت مار کر انہیں صید زبوں بنایا گیا اور تفریحی مشغلہ بنا کر کھیلا گیا۔ اسی انارکی کو بعض مسلمان اپنے معاشرہ میں

رواج دینے کے طرف دار ہیں، اس لئے وہ اسلام کے قانون تعدد زواج پر قیل وقال کرتے رہتے ہیں۔ان کے مطابق مغرب کا قانون یک زوجگی معاشرہ کی بھلائی کے حق میں ہے اوراس سے عورتوں کو قانونی وسماجی تحفظ فراہم ہوتا ہے۔جب کہ اسلام کے تعدداز واج سے ان کی تذلیل ہوتی ہے۔اس میں کہاں تک صداقت ہے وہ ہم نے دیکھ لیا ہے۔البتہ یہ بات ضرور کہی جاسکتی ہے کہ اسلام کے قانون تعدد زواج کا مقابلہ مغرب کے قانون یک زوجی سے کیا ہی نہیں جاسکتا، نہ اسلام کو ایسا کرنے کی ضرورت ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ اگر مقابلہ ہے تو محدود تعدد زواجی کا لامحدود حرام کاری سے۔ نہ کہ تعدد ازواجی کا وحدت ازواجی سے۔(۴۳)

یہ بات بڑی تکلیف دہ ہے کہ غیر تو غیر بعض مسلمان بھی اسلام کے تعدد زواج کو عقل وفہم کے منافی سمجھتے ہیں اور اسے غیر مفید اور عورتوں کے حق میں ظلم وزیادتی کا ایک شعبہ قرار دیتے ہوئے اس پر پابندی کا حکم لگانے کے طرف دار ہیں۔ جو لوگ ایسا سمجھتے ہیں اور اسے دوسروں کو سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ حکم جنگ وجہاد اور اس جیسی دوسری استثنائی صورتوں سے ہے، عام حالت سے نہیں ہے۔ بالکل غلط ہے۔ ’کوئی بھی معاشرتی یا اخلاقی مسئلہ ہو جس کا حل تعدد زواج کی صورت میں ممکن ہو تو اسلام میں یہ حل اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔‘(۴۴) ایسے لوگوں سے بس یہ پوچھ جائے کہ اگر ان کی کوئی عزیز کسی وجہ سے شادی کے معا بعد بیوہ ہو جاتی ہے تو وہ اس کی دوسری شادی کی فکر کرتے ہیں یا نہیں؟ یا وہ عورت جو اس کی مخالفت میں آوازیں بلند کرتی ہے، اگر یہی صورت اس کے ساتھ پیش آجاتی ہے تو کیا وہ بقیہ زندگی مجرد رہنا پسند کریں گی یا چاہیں گی کہ ان کے سر پر بھی کسی مرد کا ہاتھ ہو اور وہ کسی مرد کے زیر سایہ چلے۔اگر ایسا ہے تو اب بات یہ آئے گی کہ اس عورت کا شوہر کون بنے گا۔کوئی کنوارا بغیر کسی لالچ کے شوہر دیدہ عورت کو اپنی زوجیت میں لینے کے لئے بمشکل تمام ہی تیار ہوگا۔ اس کی ترجیح غیر شادی شدہ لڑکی ہوگی۔لامحالہ حالات کی تنگی کی باعث وہ شادی شدہ مرد سے ہی دوسرا نکاح کرنے کو تیا ہوں گی۔اس صورت میں کیوں مخالفت نہیں کی جاتی ہے اور کیوں یہ کہا جاتا ہے کہ بیوہ عورت کو سہارا دینا بڑے ہی ثواب کا کام ہے۔اگر یہاں عورت کی ضرورت اور اس کی زندگی میں خوشی ومسرت بھرنے اور اس کو سہارا دینے کی بات ہے تو وہاں مردوں کی جائز جنسی ضرورت کی تکمیل کا مسئلہ ہے جس کے انسداد پر بھیانک نتائج سے معاشرہ کو دوچار ہونا پڑے گا۔جس کا مشاہدہ آئے دن ہوتا رہتا۔پورا مغربی معاشرہ ہماری نظروں کے سامنے ہے، کیوں کہ میڈیا نے پوری دنیا کو مٹھی میں بند کر دیا ہے اور یہ ایک گاؤں میں تبدیل ہوگئی ہے۔ اس لئے ہمیں وہاں جاکر دیکھنے کی بھی ضرورت نہیں۔شرط یہ ہے کہ جو کچھ بھی دیکھیں سنجیدگی اور ’چشم عبرت‘ سے دیکھیں۔

زنا، فحاشی، بے حیائی بلکہ معاشرہ میں جن جن راستوں سے فساد پیدا ہوتا ہے یا اس کا امکان ہے، اسلام نے اس کا انسداد کیا ہے یا پھر اس کی اصلاح کی ہے۔اسلام نے زنا کو حرام قرار دیا ہی ہے، محل زنا سے بھی اجتناب کرنے کا حکم دیا ہے۔اس تناظر میں مسلم اور غیر مسلم کا موازنہ کیا جائے تو دونوں قوموں میں بڑا فرق نظر آئے گا۔مغربی ممالک کی طرح عام مسلمانوں میں جنسی پارٹنر رکھنے کا نہ رواج اور نہ مزاج رہا ہے۔اسلام مغرب کے ہر اس سیلاب پر مستحکم روک لگانے کا طرف دار اور حامی ہے، جس سے انسانیت کی تذلیل وتحقیر اور اس کی تباہی ہوتی ہے۔ ’پھر یہ بدزبانی اور نہایت غصہ کرنے والے لوگ کون ہیں؟ کیا یہ ایسے راہبوں کی جماعت ہے، جن کو کثرت عبادت نے لاغر کر دیا ہے اور جو اپنے بیان کے مطابق صرف رضا خداوندی کی خاطر شہوتوں کو مکمل طور پر دبائے ہوئے ہیں؟ نہیں، یہ تو وہ لوگ ہیں جو جنسی شہوتوں میں گلے گلے ڈوبے ہوئے ہیں اور جنسی لذت اندوزی کا کوئی موقع وہ ہاتھ سے جانے نہیں دیتے ہیں۔اس سلسلے میں انہیں کوئی جھجک ہے اور نہ حیا کا پاس۔‘(۴۵)

دراصل مغرب مسلم دنیا پر اپنی دانتیں گرائے ہوا ہے اور اس پر وہ ہر طرح سے اپنی برتری دکھانے میں سرگرداں ہے۔ وہ تعدد ازدواج کو صرف اس وجہ سے ممنوع قرار دیتا ہے کہ یہاں بھی فحاشی اور بے حیائی کا سیلاب امنڈ پڑے، جس میں مسلمانوں کی اقدار وتہذیب نیست ونابود ہو جائے۔ یہ سب جاننے کے باوجود مسلمان کس مجبوری کے تحت ایک جگہ تعدد زواج کو قبول کرتے ہیں اور اسے شریعت سے ہم آہنگ قرار دیتے ہیں اور دوسری جگہ اس سے پیچھا چھڑانے کے لئے آوازہ بلند کرتے اور اسے اس کے منافی قرار دیتے ہیں۔ قرآن، حدیث اور اسلامی فقہ ان کے پاس ہے۔ اسوہ رسولؐ اور صحابہؓ کی پوری زندگی ان کے سامنے ہے۔ تابعی وتبع تابعی اور بعد کے علما وفقہا اور محدثین ومفسرین کے حالات ان کے پیش نظر ہیں۔ سب نے اپنی جائز ضرورت کے لئے اور کبھی از راہ ہمدردی تعدد ازدواج پر عمل کیا ہے۔(۴۶) اسی قسم کے ایک اشکال کا جواب دیتے ہوئے سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ لکھتے ہیں:

”قرآن مجید کی جن آیات پر وہ کلام کر رہے ہیں، ان کو نازل ہوئے ۱۳۷۸ سال گزر چکے ہیں۔ اس پوری مدت میں مسلم معاشرہ دنیا کے ایک بڑے حصے میں مسلسل موجود رہا ہے۔ آج کسی ایسی معاشی یا تمدنی یا سیاسی حالت کی نشان دہی نہیں کی جا سکتی جو پہلے کسی دور میں بھی مسلم معاشرے کو پیش نہ آئی ہو۔ لیکن آخر کیا وجہ ہے کہ پچھلی صدی کے نصف آخر سے پہلے پوری دنیائے اسلام میں کبھی یہ تخیل پیدا نہ ہوا کہ تعدد ازدواج کو روکنے یا اس پر سخت پابندی لگانے کی ضرورت ہے؟ کیا اس کی کوئی معقول توجیہ اس کے سوا کی جا سکتی ہے کہ اب ہمارے ہاں تخیل ان مغربی قوموں کے غلبہ کی وجہ سے پیدا ہوا ہے، جو ایک سے زائد بیوی رکھنے کو ایک قبیح وشنیع فعل، خارج از نکاح تعلقات کو (بشرط تراضی طرفین) حلال وطیب یا کم از کم قابل درگزر سمجھتی ہیں؟ جن کے ہاں داشتہ رکھنے کا طریقہ قریب قریب مسلم ہو چکا ہے، مگر اسی داشتہ سے نکاح کر لینا حرام ہے؟ اگر صداقت کے ساتھ فی الواقع اس کے سوا اس تخیل کے پیدا ہونے کی توجیہ نہیں کی جا سکتی تو ہم پوچھتے ہیں کہ اسی طرح خارجی اثرات سے متاثر ہو کر قرآنی آیات کی تعبیریں کرنا کیا کوئی صحیح طریق اجتہاد ہے؟ اور کیا عام مسلمانوں کے ضمیر کو ایسے اجتہاد پر مطمئن کیا جا سکتا ہے۔“(۴۷)

حواشی اور حوالہ جات

۱۔ تھانوی، مولانا اشرف علی، احکام اسلام عقل کی نظر میں، مکتبہ عمر فاروق، شاہ فیصل کالونی، کراچی پاکستان، ۲۰۰۹ء، ص ۱۴۸
۲۔ سیرت نبویؐ پر اعتراضات کا جائزہ، (باب: تعدد ازدواج)۔ تعدد ازدواج حقائق کے آئینہ میں
۳۔ اسلامی خان دان، (مجموعہ مضامین) مضمون: تعدد ازدواج کب اور کیسے؟ ص ۹۴
۴۔ تعدد ازدواج حقائق کے آئینہ میں
۵۔ The New Encyclopedia Briyanica, Vol: VII, P: 244-270
۶۔ فی ظلال القرآن، ۹۱۱/۱
۷۔ الاسلام والمستشر قون ص ۳۲۱
۸۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی (مرتب) قرآن مجید اور عصر حاضر (مجموعہ مقالات سمینار) ہدیٰ پبلیکیشنز، حیدرآباد، ۲۰۱۳ء، ص ۲۷۷-۳۷۷
۹۔ http/.www. islamihouse.com مضمون: تعدد ازواج فی الاسلام، ص ۳
۱۰۔ ڈاکٹر یوسف القرضاوی، اسلام میں حلال وحرام (مترجم: شمش پیرزادہ) الدار السّلفیہ، مومن پورہ، ممبئی، ۱۹۸۷ء، ۲۵۶۔ فقہ السیر ۃ، ص ۴۶۶-۴۶۷
۱۱۔ فی ظلال القرآن، ۹۱۳/۱-۹۱۴
۱۲۔ تعدد ازدواج، ص ۱۸
۱۳۔ تعدد ازدواج، ص ۱۸
۱۴۔ (http/.www.Polygamy in India-wikipedia thr free encyclopedia)
۱۵ جامع اردو انسائیکلو پیڈیا، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی، ج:۳، ص:۳۵۸ (http/.www.Polygamy in India-wikipedia thr free encyclopedia)
۱۶۔ سہ ماہی تحقیقات اسلامی، علی گڑھ، اکتوبر-دسمبر ۱۹۸۷ء، ص ۷۷، بحوالہ: روز نامہ اسٹیٹسمین، کلکتہ، ۲۸ ستمبر ۱۹۸۴ء
۱۷۔ ہفت روزہ عالمی سہارا، نئی دہلی، ۳۱/ اکتوبر ۲۰۰۹ء، ص ۲۸-۲۹، مضمون: مسلمانوں سے زیادہ ہندوؤں میں تعدد ازدواج
۱۸۔ ہفت روزہ عالمی سہارا، نئی دہلی، ۳۱/ اکتوبر ۲۰۰۹ء، ص ۲۸-۲۹، مضمون: مسلمانوں سے زیادہ ہندوؤں میں تعدد ازدواج
۱۹۔ سہ ماہی تحقیقات اسلامی، علی گڑھ، اکتوبر-دسمبر ۱۹۸۷ء، ص ۷۷، بحوالہ: روز نامہ دکن ہیرالڈ، ۲۴/ اپریل ۱۹۸۴ء
۲۰۔ سہ ماہی تحقیقات اسلامی، علی گڑھ، اکتوبر-دسمبر ۱۹۸۷ء، ص ۷۷، بحوالہ: روز نامہ اسٹیٹسمین، کلکتہ، ۲۸ ستمبر ۱۹۸۴ء
۲۱۔ معاشرتی مسائل-دین فطرت کی روشنی میں، ص ۱۵۶
۲۲۔ غلط فہمیاں، ص ۸ ۲۳۔ غلط فہمیاں، ص ۸
۲۴۔ غلط فہمیاں، ص ۸
۲۵۔ ماہ نامہ ملی اتحاد، نئی دہلی، ستمبر ۲۰۰۹ء، ص: ۱۲، مضمون: یک زوجگی، کثرت ازواج اور لا کمیشن کی رپورٹ
۲۶۔ ماہ نامہ ملی اتحاد، نئی دہلی، ستمبر ۲۰۰۹ء، ص ۱۲
۲۷۔ المراۃ بین الفقہ والقانون، ص ۶۳-۶۴
۲۸۔ مسلم پرسنل لا اور اسلام کا عائلی نظام، شمس تبریز خان، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ، ۲۰۰۹ء، ص ۱۵۷
۲۹۔ ڈاکٹر گستاولی بان، حضارۃ العرب، مطبع عیسی البابی الحلبی، ۱۹۷۹ء، ص: ۳۹۷-۳۹۸۔ المراۃ بین الفقہ والقانون ص ۶۵-۶۶
۳۰۔ المراۃ بین الفقہ والقانون، ص ۶۸
۳۱۔ غلط فہمیاں، ص ۱۸۶-۱۸۷
۳۲۔ مسلم پرسنل لا اور اسلام کا عائلی نظام، ص ۲۰۳-۲۰۵
۳۳۔ ہفت روزہ، فرائیڈے اسپیشل، پاکستان، ۱۴ فروری، ۲۰۱۴، ڈاکٹر جاوید جمیل کی کتاب Muslim Most Civilised yet not Enought

(مسلمان ابھی بھی زیادہ مہذب ہیں)
۳۴۔ ماہ نامہ الشریعہ، پاکستان، اگست ۲۰۰۶ء ص:۳، مضمون: اسلام کا قانون از دواج اور جدید ذہن کے شبہات
۳۵۔ http/.www.centalasiontime.com/ur/articles/caii/.../feature02
۳۶۔ http/.www.centalasiontime.com/ur/articles/caii/.../feature02
۳۷۔ تعدد ازدواج حقائق کے آئینہ میں
۳۸۔ تعدد ازدواج، ص ۲۵
۳۹۔ مفتی محمد یوسف لدھیانوی، آپ کے مسائل اور ان کا حلا، مکتبہ لدھیانوی، بنوری ٹاؤن، کراچی، پاکستان، ۲۰۱۱ء، ۲۶۱/۶-۲۶۲
۴۰۔ معاشرتی مسائل- دین فطرت کی روشنی میں، ص ۱۴۹
۴۱۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، کتاب الفتاویٰ، زمزم پبلشرز، کراچی، پاکستان، ۲۰۰۸ء، ۳۲۰/۴-۳۲۱
۴۲۔ آپ کے مسائل اور ان کا حل، ۲۶۰/۶
۴۳۔ سید سابق مصری، خاندانی نظام (عربی کتاب فقہ السنہ ج:۲ کا ترجمہ) مترجم حافظ محمد اسلم شاہد روی، حدیبیہ پبلیکیشنز، رحمٰن مارکیٹ، غزنی اسٹریٹ، اردو بازار، لاہور، پاکستان، ص ۱۸۶
۴۴۔ اسلام کا نظام عفت وعصمت، ص ۱۴۵
۴۵۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح، ص ۱۸
۴۶۔ شیخ محمد الغزالی، قضایا المرأۃ بین التقالید الراکدو الوافدہ، دار الشروق ص ۲۷
۴۷۔ فقہ السیرۃ، ص ۴۷۱
۴۸۔ مولانا سید ابوالاعلی مودودی، سنت کی آئینی حیثیت، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی، س ن، ص ۲۴۷